خلیل احمد حامدیؒ کی یاد میں

(۱)

قاضی حسین احمد

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی وفات کے بعد یک گونہ تسلی تھی کہ ملک غلام علی صاحب کی صورت میں سید مرحوم کے علمی وارث موجود ہیں۔ ملک صاحب کے فراق کا غم تازہ ہی تھا کہ سید کے ایک اور فکری وارث' مولانا خلیل احمد حامدی صاحب وفات پا گئے۔ یہ تحریک کے لیے دوسرا بڑا صدمہ ہے۔ حامدی صاحب اپنی صحت کے اعتبار سے بھی اس قابل تھے کہ وہ مزید طویل عرصے تک جماعتی خدمات انجام دیتے رہتے' سولہ سولہ اور اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے مسلسل کام کرنا اب بھی ان کا معمول تھا۔ مختلف اجتماعات میں وہ مسلسل نوٹس لیتے رہتے اور بعد میں انھیں ترتیب دے کر مفید تر بنا دیتے۔ لیکن قدر اللہ وماشاء فعل۔

حامدی صاحب کی سب سے نمایاں خصوصیت جو ذہن میں آتی ہے' وہ یہ ہے کہ مرحوم نے ابتدائے عمر سے ہی اپنے ذہن کو اس بات پر یکسو کر لیا کہ انھیں زندگی میں اللہ کا کام کرنا ہے۔ پھر اس مقصد حیات کے لیے انھیں جو جو اور جس قدر مواقع نصیب ہوئے انھوں نے ان سے بھرپور استفادہ کیا۔ یہاں تک کہ انھیں نوجوانی میں معاون دفتری معمولی خدمت قبول کرنے میں بھی تامل نہ ہوا۔

ساٹھ کی دہائی میں پہلے مارشل لا کے دوران حامدی صاحب کو بیرون ملک دورے پر بھیجا گیا تو انھوں نے اس سفر کو اسلامی تحریکات سے روابط بڑھانے' جماعت کی دعوت اور حالات سے عالم کو متعارف کروانے اور اپنی عربی کی استعداد کو بڑھانے کے لیے بھرپور طریقے سے استعمال کیا۔ ایک مرتبہ شام کے ایک مکتبہ کے مالک نے مجھے بتایا کہ حامدی صاحب اس دورے کے دوران میں تقریباً تین ماہ تک ہمارے پاس رہے' اور اس عرصے میں اپنی عربی کی استعداد کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہے۔

ذہنی یکسوئی اور فکری ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ انھوں نے مسلسل اور ان تھک محنت کو اپنا شعار

بنائے رکھا۔ حامدی صاحب نے سید مودودی کی فکر کو پورے عالم عرب میں متعارف کروایا، عالم عرب کی اسلامی تحریکات سے اہل پاکستان کو متعارف کرایا، اور اس طرح انھوں نے پاکستان اور عالم اسلام کی تحریکوں اور شخصیات کو ایک دوسرے سے باہم مربوط کر دیا۔ اس ضمن میں مولانا حامدی نے عرب دنیا میں مولانا سید مسعود عالم ندوی اور ان کے بعد مولانا عاصم الحداد کی ڈالی ہوئی بنیادوں پر ہمیشہ قائم رہنے والی ایسی شاندار عمارت تعمیر کر دی ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان اور عالمی اسلامی تحریکات اب یک جان ہو چکی ہیں۔

مولانا حامدی صاحب، عرب ممالک میں تیس سال سے زیادہ عرصے تک کام کرتے ہوئے، محنت شاقہ کے ذریعے، اسلامی تحریکوں، اسلامی شخصیات اور اسلامی ممالک کے متعلق اس قدر معلومات حاصل کر چکے تھے کہ وہ اب معلومات کا ایک وسیع انسائیکلوپیڈیا تھے۔ ۵۰ سال میں تیار ہونے والا ایک انسان آج اچانک ہم سے رخصت ہو گیا ہے، تو ایک بہت بڑا خلا نظر آ رہا ہے۔ اگرچہ اس بات میں شک نہیں کہ "ید اللّٰہ علی الجماعۃ"، اللہ تعالیٰ اپنے دین کا کام بھی رکنے نہیں دیتا، وہی افراد کو اٹھاتا اور ان سے کام لیتا ہے۔

افغانستان کے ایک رہنما مولانا جلال الدین حقانی کا ایک بہت قریبی اور قیمتی ساتھی شہید ہو گیا تو سب لوگ بے حد دلگیر اور افسردہ تھے کہ اب کیا ہو گا۔ مولانا حقانی کہنے لگے کہ دنیا میں بھی اگر کوئی بادشاہ اپنے کسی افسر کا تبادلہ کرتا ہے تو اس کا متبادل کوئی اور انتظام کرتا ہے تو جو پوری کائنات کا بادشاہ ہے وہ اپنے دین کے کام کے لیے کوئی متبادل انتظام نہیں کرے گا؟ اس پر یقین کے باوجود، مولانا حامدی صاحب کی صورت میں ۵۰ سال کا جمع شدہ معلومات و تعلقات کا خزانہ اٹھ جانے پر ہمارے دل افسردہ و ملول ہیں۔

مولانا حامدی صاحب مرحوم کا ایک اور عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے متعدد شاندار ادارے قائم کیے اور کامیابی سے چلائے۔ ان اداروں میں ایک اہم ادارہ سید مودودی انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ ہے۔ جس طرح امت مسلمہ ہر رنگ اور ہر خوشبو کے پھولوں کا ایک حسین گلدستہ ہے، اسی طرح سید مودودی انسٹی ٹیوٹ بھی ہر رنگ، ہر زبان اور نسل کے تنوع سے تشکیل پانے والا ایک مربوط و مضبوط اور خوشنما گلدستہ ہے۔ ۱۹۷۹ء میں قائم ہونے والے علمی و تحقیقی ادارے، ادارۂ معارف اسلامی نے بھی مولانا حامدی صاحب کی زیر نگرانی متعدد تحریکی و علمی کتب تالیف، تصنیف، ترجمہ اور طبع کرنے کا قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔

مولانا حامدی صاحب کے توسط سے پاکستان بھر میں متعدد مساجد، مدارس اور مراکز بھی قائم ہوئے ہیں۔ یہ تمام ادارے جماعت کے پاس ایک امانت ہیں۔ یہ صدقہ جاریہ ان شاء اللہ جاری رہے گا، او

جماعت و بزرگان و کارکنان جماعت کے لیے خیر دارین کا موجب بنے گا۔

مولانا حامدی صاحب کی شخصیت کا ایک بنیادی وصف یہ تھا کہ وہ ایک پرامید داعی حق تھے۔ وہ نئے بھرتے امید کی کرنیں جمع کرتے اور انھیں پاکستان میں لاکر بکھیر دیتے۔ ایک داعی دین کا حقیقی و لازمی وصف ہی یہ ہے کہ وہ مردہ دل 'مایوس انسانوں کے دلوں میں امید کی جوت جگا دے' انھیں منزل کی جھلک دکھا کر تیز گام کر دے۔ ان کے دلوں میں کچھ نہ کچھ کر ڈالنے کی امنگ اور جذبہ پیدا کر دے۔ ان کے قلوب میں یہ یقین پیدا کر دے کہ دو قدم آگے بڑھو' منزل تمھارے انتظار میں ہے۔ بال کی کھال اتار کر مایوس کن تجزیے کرنے اور کارکنان میں مایوسی پھیلانے والے لوگ کبھی انقلاب برپا نہیں کر سکتے۔ انقلابی قائدہ و کارکنان وہی ہوتے ہیں جو امید کے ایک ٹمٹماتے چراغ کو بھی اپنی پناہ و حصار میں لے کر اس کی لو بڑھانے اور اس چراغ سے مزید چراغ جلانے میں لگے رہتے ہیں' تاکہ پھر ان چراغوں کو بجھانا کسی طوفان کے بس میں نہ رہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی اور علامہ اقبال بھی امید و یقین کی دولت سے مالا مال ہستیاں تھیں جنھوں نے مایوسیوں کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں امیدوں کی نوید سنائی اور کہا کہ

ہے بھروسہ اپنی ملت کے مقدر پر مجھے	کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
فتح کامل کی خبر دیتا ہے جوش کارزار	یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ایسی شخصیات سے ہماری صفوں کو کبھی خالی نہ ہونے دے یہاں تک کہ قافلہ حق اسلامی انقلاب کی منزل تک جا پہنچے۔

آخر میں ایک اور گواہی دیتا ہوں۔ مولانا حامدی صاحب نے بانی جماعت سید کے ساتھ 'پھر محترم میاں طفیل محمد صاحب کے ساتھ بھی' ان کے پورے دور امارت میں 'اپنی ذمہ داریاں بحسن و خوبی نبھائیں' اور میرا بھی عمر کے آخری لمحات تک ساتھ دیا اور اس طور دیا کہ عمر' تجربے' علم اور عمل میں مجھ سے آگے ہونے کے باوجود سمع و طاعت کا حق ادا کر دیا۔

(۲)

خرم مراد

ہمارا آٹھ روزہ فہم و تدریس قرآن کا کورس ہو رہا تھا۔ خلیل صاحب (رحمہ اللہ) اپنے دل نواز و دل نشیں و دل آفریں انداز میں شام کا لیکچر دے رہے تھے۔ انھوں نے شاگردوں کو (طبرانی کے حوالہ سے) ایک حدیث سنائی: "جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کا مقام کیا ہے' وہ یہ دیکھے کہ اللہ کا مقام اس کے نزدیک کیا ہے"۔ شاگردوں پر کیا گزری پتہ نہیں' استاد کے دل میں ہلچل مچ گئی' اور اس